رسولِ عربی ﷺ کی سیادتِ مطلقہ پر ایک نفیس تحریر

تاجدارِ رسالت ﷺ

عطائے غوث العالم، شہزادۂ حضور محدث اعظم، برادر حضور شیخ الاسلام

امیرِ کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد- اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجددِ دوراں، غوثِ زماں، مفتی سوادِ اعظم، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : تاجدارِ رسالت ﷺ

نام مصنف : امیرکشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی / مولانا محمد مجتبیٰ انصاری اشرفی

باہتمام : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت : 25 روپے

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِیْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی وبُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک، خطرناک، موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز، فتنہ گر، فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں، جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں، ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق، منافقانہ اعمال وافعال، منافقت اور تقیہ، مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی، خارجیت اور منافقت، فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ...... دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کردیا گیا ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تاثرات مولانا عبدالمبین نعمانی	۵	انبیائے سابقین اور کفار کے مخاطبے	۳۰
پیشِ لفظ	۶	انبیائے سابقین اور اُمت کے مخاطبے	۳۱
رسول عربی کی سیادتِ مطلقہ	۷	حضور ﷺ کو نام سے پکارنا حرام ہے	۳۲
عہد میثاق	۸	محبوبیت کبریٰ	۳۴
ظہور نبوی سے قبل سابقہ اُمتوں کا آپ	۱۰	مقام محمود	۳۶
کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح پانا		حضور ﷺ کی امتیازی شان	۴۱
رحمتِ عالم ﷺ	۱۵	انبیائے سابقین پر کفار کے اعتراضات	۵۳
فضیلتِ رسول ﷺ	۱۶	اور اپنے دفاع میں انبیائے سابقین	
شانِ رسالت ﷺ	۱۷	کے جوابات	
حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ وصفات جمیلہ	۲۳	حضور ﷺ پر کفار کے اعتراضات اور	۵۵
قرآنِ عظیم میں تمام انبیاء سے مخاطبت	۲۸	حضور نبی کریم ﷺ کی مدافعت میں	
حضور ﷺ کے القاب جمیلہ	۲۹	اللہ تعالیٰ کے جوابات	

شیعہ مذہب : غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی کی معرکۃ الاراء تصنیف

اسلام میں رونما ہونے والے فرقہ ہائے باطلہ میں شیعہ فرقہ قدیم ترین فرقہ ہے یہودیوں نے منافقانہ طور پر سازش کے تحت مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے، پھوٹ ڈالنے، عقائد کو مشکوک ومشتبہ بنانے، دین کی اسپرٹ ختم کرنے، اصحابِ رسول سے دشمنی اور امہات المؤمنین کی شان میں توہین وتنقیص کرنے کے لئے شیعہ فرقہ کو وجود میں لایا۔ اسلام کو جس قدر فرقہ شیعہ سے نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے کسی بدترین سے بدترین دشمن سے نہیں پہنچا۔ آج تک اُمت اس نقصان کا خمیازہ بھگت رہی ہے

شیعہ مذہب کی گندگیوں سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلیٰ شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّد
مَنّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَث مُحَمَّدًا اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدَا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلیٰ نَبِیِّنَا صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پکارے تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

لطائفِ دیو بند : غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی

یہ حقیقت ہے کہ عوام آج کل زیادہ تر پُرلطف باتوں کے سُننے کے عادی ہیں۔ خشک اور سیدھے سادے انداز میں کتنی ہی سچّی بات پیش کی جائے سننے اور پڑھنے کے رَوادار ہی نہیں ہوتے۔ اس لئے حضرت غازیِ ملت نے اس کتاب کو نہایت ہی پُرلطف پیرائے میں تالیف فرما کر بھولے بھالے مسلمانوں کو وقت کے ایک عظیم فتنے سے آگاہ کرنے کا فرض ادا کیا ہے۔ یہ بات حوالوں کی زنجیر میں جکڑی ہوئی اور انصاف وسنجیدگی کے ساتھ پیش کی گئی ہے اور فیصلہ ناظرین کے اُوپر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ دیوبند، کعبے کے غلاف میں لپٹا ہوا ایک پُراسرار صنم خانہ ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرضِ ناشرِ اوّل

غازیِ ملت حضرت مولانا سید محمد ہاشمی کی دو کتابیں ’لطائف دیو بند‘ اور ’آ ؤ متحد ہوجائیں‘ کے بعد سنِ اشاعت گھر ہوڑہ اب موصوف کی تیسری مؤقر وَ بامقصد علمی کتاب ’تاجدارِ رسالت‘ شائع کرنے کا شرف حاصل کررہا ہے۔ جن لوگوں کو اس سے قبل مولانا کی تحریریں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس نئی تالیف کو دیکھ کر اُن کے بدلے ہوئے اسلوبِ بیان وَفکر کو واضح طور پر محسوس کریں گے۔

مذکورہ تالیف کا انوکھا پہلو یہ ہے کہ مواد اور سرمایہ فکر ونظر کے اعتبار سے یہ تمام تر تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین مصنفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا چربہ ہے‘ صرف اسلوبِ بیان اور تفہیمِ جدید نے اسے عوامی سطح پر قبول صورت بنادیا ہے اور اب ہر شخص اپنی استعداد وَ صلاحیت کے مطابق فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ امید کہ مولانا کی یہ سعی عام وخاص ہر طبقے میں قبول کی جائے گی۔

محمد عبدالمبین نعمانی (معاون ادارہ)

صدر المدرسین دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ اعظم گڈھ (یو. پی)

پیش لفظ

مجدّ دِ اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمتہ والرضوان کی گراں قدر تالیف تجلی الیقین اس مضمون کی ترتیب کے وقت میرے پیشِ نظر رہی ہے جس سے لفظی ومعنوی ہر طرح کا بھر پور فائدہ حاصل کیا گیا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے برائے نام تصرفات سے کام لیا ہے اور اس بات کا مکمل لحاظ رکھا ہے کہ اصل میں ذرّہ برابر معنوی تحریف نہ ہوسکے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ارشادات کو منظر عام پر لانے کی یہ ایک نئی کوشش اور ایک نیا انداز ہے، اس امید پر کہ کم علم والے حضرات بھی خاطر خواہ فائدہ حاصل کرسکیں۔ میری طرف سے جو جابجا ایضاحی کلمات اور تشریحات عبارات ہیں ان کی معرفت کرانے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ جو بھی اس مضمون کو اس کی اصل 'تجلی الیقین' سے ملا کر دیکھے گا وہ خود ہی سمجھ لے گا۔

سید محمد ہاشمی اشرفی

امیر کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی کی تصانیف

فلسفہِ موت وحیات	۲۰	شیعہ مذہب	۲۰	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۵۰
فضائل درود وسلام	۲۰	تاجدارِ رسالت ﷺ	۳۰	لطائفِ دیوبند	۳۰

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسولِ عربی کی سیادت مطلقہ

﴿قرآن کی روشنی میں﴾

رسول عربیﷺ قوائے علم وعمل کا وہ آخری نقطہ ہیں جس سے سرموترقی آپ کو دائرہ امکان سے باہر نکال دیتی ہے اور عقلیت کا وہ انتہائی ارتقاء ہیں جس کے حدود وَ ادراک میں کائنات ایک گھروندے سے کم نہیں' نیز آپ وہ خدانما انسان اور خلیفۃ الرحمٰن ہیں عبدیت کاملہ جس کا شیوہ اور نیابتِ خاصہ جس کی شان ہے۔ بلفظ دیگر رسولِ عربی اوصاف الوہیت کا عکسِ اول، صفاتِ خداوندی کا ظہورِ آخر' ذاتِ احدیت کا آئینہ، کمالاتِ الوہیت کا نمونہ، غیبُ الغیب کا شہود، موجودات کا سببِ وجود، کنزِ ہستی ،نورِ پستی حقیقتِ جامعہ، صاحبِ نبوّتِ خاصہ، برزخ اتم اور ظلِ قدم ہیں ۔ المختصر رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا افضل المرسلین اور سید الاولین و الآخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی' اذعانی، اجماعی اور ایقانی مسئلہ ہے۔ گروہِ معتزلہ جو ملائکہ کرام کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے افضل مانتا ہے وہ بھی حضور سید المرسلینﷺ کو یقینی طور پر مخصوص و مستثنیٰ جانتا ہے یعنی اُس کے نزدیک بھی حضور نبی کریمﷺ تمام انبیاء و مرسلین ، جمیع ملائکہ مقربین اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں مگر زمانے کی پر آشوبی دیکھئے کہ کم مائیگی' علمی یا کج فکری کے سبب یہ امر بدیہی بھی نظری بنتا جا رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول کریمﷺ کی سیادت و افضلیت کے مسئلے کو نظری بنانے ہی میں 'رسول دشمن تحریک' کی جڑوں کو قوت ملتی ہو، ان حالات میں یقیناً سعادت مند رُوحوں اور نیک بخت طبیعتوں کے

لیے ایسی تحریر سکون و اطمینان کا باعث ہوگی جس میں رسولِ کریم ﷺ کی سیادت و افضلیت کے مسئلے کو نصوص کی روشنی میں اظہر من الشّمس کر دیا گیا ہو، اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ 'افضلیتِ رسول' کا عقیدہ جن مومنین کو وراثتاً ملا ہے اور جو دلائل و براہین سے اپنی بے علمی یا کم علمی کے سبب بے خبر رہے ہیں، دلائل و براہین کو ملاحظہ کر لینے کے بعد اُن کی نگاہوں کے نور کی چمک ہی کچھ اور ہوگی' نیز اُن کے دِل کی تسکین وتثبیت کا عالم ہی کچھ نرالا ہوگا اور جو عقیدہ موروثی ہونے کے سبب ظاہر تھا' اب اظہر ہو جائے گا۔ رہ گئے اہلِ علم حضرات تو اُن کے لیے تو مسئلہ افضلیت رسول کریم ہمیشہ اظہر من الشّمس ہی رہا۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد آیئے نصوص کی طرف توجہ فرمایئے اور ارشادات قرآنیہ کے انوار سے اپنے قلوب کو مجلّی فرمایئے:

﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ۞ فَمَنۡ تَوَلّٰى بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾

(ال عمران ۳/ ۸۱)

اور یاد کرو'اے محبوب' جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو عطا کروں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسُول جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا' کیا تم نے اقرار کرلیا اور اُٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہّ؟ سب نے عرض کی' ہم نے اقرار کیا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مولائے کائنات سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں:

لم یبعث اللّٰہ نبیّا من اٰدم فمن دونہ الا اخذ علیہ العہد فی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیومنن بہ ولینصرنہ ویاخذ العہد بذالک علی قومہ [1]	اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی مدد فرمائے اور اپنی اُمت سے اس مضمون کا عہد لے۔

اس عہدِ ربّانی کے مطابق حضرات انبیاء کرام حضور سید المرسلین ﷺ کے مناصب و مناقب کے ذکر ونشر میں ہمیشہ رُطب اللسان رہتے اور اپنی مبارک مجلسوں اورمحفلوں میں حضور آیہ رحمت ﷺ کی یاد اور آپ کی مدح فرماتے رہتے نیز اپنی اُمتوں سے حضور پر نور ﷺ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ سیدنا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہا السلام ﴿ **مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَد** ﴾ (الصف/ ٦١) [2] کہتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

---

[1] راوی امام جعفر طبری وغیرہ محدثین۔ [2] میں ایسے رسول کی آمد کی خوش خبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام نامی اسم گرامی احمد ہوگا۔

لم یزل اللّٰہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی اٰدم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ وتستفتح بہ حتی اجرجہ اللّٰہ فی خیر امۃ وفی خیر قرون وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد۔ [1]

اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ، نبی ﷺ کے بارے میں آدم اور اُن کے بعد کے سب انبیاء علیہم السلام سے پیش گوئی فرماتا رہا اور زمانہ قدیم سے سب اُمتیں حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی رہیں اور حضور ﷺ کے توسل سے اپنے اعداء پر کامیابی طلب کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب سے اچھی اُمت، سب سے اچھے قرن، سب سے اچھے اصحاب، اور سب سے اچھے شہر میں ظاہر فرمایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے واسطے سے سابقہ اُمتوں کا اپنے دشمنوں پر کامیابی چاہنے کی تصدیق قرآن کریم سے بھی واضح طور پر ہوتی ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّآعَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرۃ/۸۹)

اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا پہچانا اُن کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں کہ جب یہود مشرکوں سے لڑتے تو یوں دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِیْ المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ

الٰہی ہمیں مدد دے اُن پر اس نبی آخر الزماں کا صدقہ جس کی نعت ہم توریت میں پاتے ہیں۔

---

[1] راوی ابن عساکر۔

اس دُعا کی برکت سے انھیں کامیابی عطا فرمائی جاتی، اسی پیمانِ الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا ہے، سرکار رسالت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیدہ لو ان موسی کان حیا الیوم ما وسعہ الا ان یتبعنی ۔[1]	قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دُنیا میں ہوتے میری پیروی کے سوا اُن کو گنجائش نہ ہوتی۔

اور یہی باعث ہے کہ جب آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو باوجود اس کے کہ وہ نبوت و رسالت کے منصب رفیع پر فائز ہوں گے، حضور نبی کریم ﷺ کے اُمتی بن کر رہیں گے، حضور ﷺ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور حضور ﷺ ہی کے ایک اُمتی و نائب یعنی حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے، چنانچہ سرکار رسالت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ۔[2]	کیا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اُتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

امام ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت زیر بحث کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ[3] تحریر فرمایا ہے اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا ہے کہ 'ہمارے حضور علیہ السلام سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور اُن کی اُمتیں سب کے سب حضور ﷺ کے اُمتی۔ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت زمانۂ سیدنا ابوالبشر علیہ السلام

---

[1] ابونعیم فی دلائل النبوۃ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی اور امام احمد، دارمی اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی۔[2] بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

[3] رسالہ کا نام ہے '**التعظیم والمنۃ فی التومن بہ ولتنصرنہ**'۔

سے روز قیامت تک تمام مخلوقات الٰہیہ کو شامل ہے اور حضور ﷺ کا ارشاد **وکنت نبیا اٰدم بین الروح والجسد** [1] اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور، حضرت آدم و نوح وابراہیم وموسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں ظہور فرماتے تو اُن پر فرض ہوتا کہ حضور ﷺ پر ایمان لاتے اور حضور ﷺ کے مددگار ہوتے' اسی کا اللہ تعالیٰ نے اُن سے عہد لیا تھا اور حضور ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے ہی کے سبب معراج کی رات تمام انبیاء و مرسلین نے حضور ﷺ کی اقتداء کی' نیز آپ کی سیادتِ مطلقہ کا پورا ظہور قیامت کے دن ہوگا جب حضور ﷺ کے پرچم کے سائے میں تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہوں گے۔

امام سبکی نے اپنے جس رسالہ میں یہ ساری باتیں تحریر فرمائی ہیں ان کو علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور دوسرے مابعد کے علماء وائمہ نے اپنی تصانیف میں نقل فرمایا ہے اور اس کو ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے۔ المختصر اس آیۂ کریمہ کے مفادات پر غور کرنے سے صاف وصریح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اصل الاصول اور سارے رسولوں کے رسول ہیں۔ اُمتیوں کو جو نسبت اُن کے انبیاء و مرسلین سے ہے، وہی نسبت انبیاء و مرسلین کو اس سید المرسلین سے ہے، اُمتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں اور رسولوں سے عہد وَ پیمان ہے کہ محمد عربی سے گرویدگی اختیار فرمائیں۔ سچ کہا کسی کہنے والے نے

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل

یعنی مقصودِ اصلی ایک وہی ہیں باقی سب کے سب تابع وطفیلی۔ اب آیئے ذرا اور گہرائی میں اُتر کر دیکھئے کہ اس مضمون کو بیان کرنے میں قرآن کریم نے کس قدر اہتمام برتا ہے اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا ہے۔

---

[1] میں اس وقت نبی تھا آدم روح وجسد کی بلفظ دیگر آب وگل کی منزلیں طے فرما رہے تھے۔

اولاً: انبیاء علیہم السلام خدا کے معصوم بندے ہیں، حکم الٰہی کی خلاف ورزی اُن سے ممکن نہیں، لہٰذا اتنا ہی کافی تھا کہ رب تبارک و تعالیٰ انھیں حکم فرما دیتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے تو اُس پر ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا......مگر مولا تعالیٰ نے اس پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا۔ یہ عہد **اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ** کے عہد کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمۂ طیبہ میں **لا الٰه الا الله** کے بعد **محمد رسول الله** ہے تاکہ ظاہر ہوجائے کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان و یقین ہے اور پھر اسی کے برابر رسالتِ محمدیہ پر ایمان۔

ثانیاً: **لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه**، فرما کر اس پیمان کو لامِ قسم سے مؤکد فرمایا۔ جس طرح بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں کہ 'شاید' بیعت کی قسم اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً: نونِ تاکید اور وہ بھی ثقیلہ جس نے تاکید دَر تاکید کو اور بھی بھاری بھرکم کردیا۔

رابعاً: یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرت انبیاء کرام ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ارشاد ہوا، '**ءَ اَقْرَرْتُمْ**' کیا تم اس امر پر اقرار لاتے ہو، یعنی عہد و پیمان قبول کرنے میں کمالِ تعجیل مطلوب و مقصود ہے۔

خامساً: اسی پر بس نہیں کی بلکہ ارشاد ہوا '**وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ**' خالی اقرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ بھی لو۔

سادساً: **علیه** - یا **علٰى هذا** کی جگہ **علٰى ذٰلِکم** فرمایا تاکہ اس عہد وَ پیمان کی عظمت خوب خوب نمایاں ہوجائے، اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ جس کی طرف اشارہ کیا جائے اگر وہ قریب ہے تو اُس کی طرف **ھٰذا** (یہ) سے اشارہ کیا جاتا ہے اگر وہ دُور ہو تو اُس کی

طرف **ذٰلِك** (وہ) سے اشارہ کیا جاتا ہے تو جہاں **هٰذا** کا استعمال مناسب ہو وہاں **ذٰلكَ** کا جب استعمال کیا جاتا ہے تو یہ نشاندہی کرنی مقصود ہوتی ہے کہ جس کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے وہ عظیم و بلند و بالا شے ہے۔

سابعاً: لیجئے اور بھی ترقی ہوگئی ارشاد ہورہا ہے **فَاشْهَدُوْا** ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ حالانکہ اقرار کرکے مکر جانا اُن نفوسِ قدسیہ والوں سے معقول نہ تھا۔

ثامناً: کمال یہ ہے کہ فقط اُن کی گواہیوں پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ ارشاد فرمایا **وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْن** میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

تاسعاً: سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم وجلیل تاکیدوں کے بعد اور انبیاء کرام کے معصوم ہونے کے باوجود یہ سخت اور شدید تہدید بھی فرمادی گئی ہے کہ **فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ** اب جو اس قرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔ اللہ اللہ یہ وہی اعتنائے تام اور اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿**وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰـهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰالِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذَالِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ**﴾ (الانبیاء/۲۹)	جو اُن میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستم گاروں کو۔

گویا اشارہ فرمادیا جس طرح ہمیں ایمان کے جزوِ اول **لا اله الا الله** کا اہتمام ہے یوں ہی جزوِ دوم **محمد رسول الله** سے بھی اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہاں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کی سیادتِ عامہ اور فضیلتِ تامہ پر کونسی دلیل درکار ہے۔

۲- ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء۲۱/۱۰۷) اے محبوب ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ:

لما كان رحمة للعلمين لزم ان يكون افضل من كل العلمين جب حضور ﷺ تمام عالم کے لیے رحمت ہیں تو لازم ہے کہ تمام ماسویٰ اللہ سے افضل ہوں۔

ظاہر ہے کہ عالمِ ماسوی **الله** کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہوں تو یقیناً حضور پُر نور ﷺ اُن سب کے لیے اللہ کی رحمت و نعمت ہوئے اور وہ سب آپ کی سرکار سے بہرمند وَ فیضیاب۔ اسی لیے اولیائے کاملین اور علمائے عالمین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک، ارض و سماء میں، دین و دُنیا میں، رُوح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی جو نعمت وَ دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی، سب حضور ﷺ کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی [۱]۔

اس مقام پر یہ دعویٰ کہ آیت زیر بحث میں '**العٰلمین**' سے مراد بعض عالم ہے لفظ کے ظاہری معنی سے بلا دلیل عدول کرنا ہے جو قابلِ سماعت نہیں، نیز اس طرح کے ادعاء کی امید کسی بھی عاقل سے نہیں کی جاسکتی چہ جائے کہ کسی فاضل سے کی جائے۔

---

[۱] ملاحظہ کیجئے '**سلطنة المصطفٰی فی ملکوت الوریٰ**' امام احمد رضا علیہ الرحمۃ۔

۳- ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ (البقرۃ/۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے اُن میں بعض کو بعض پر فضیلت دی، بعض اُن میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور اُن میں بعض کو دَرجوں بلند فرمایا۔

ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (اور اُن میں بعض کو درجوں بلند فرمایا) میں بعض سے سید المرسلین مراد ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضور آیۂ رحمت ﷺ کو سارے انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی ہے اور آپ کو اُن سب پر دَرجوں بلند فرمایا ہے۔ اس آیت زیر بحث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے امام بغویؔ، امام بیضاویؔ، امام نسفیؔ، امام سیوطیؔ، امام قسطلانیؔ، امام زرقانیؔ، امام شامیؔ، امام حلبیؔ اور دوسرے علماء وائمہ نے صریح لفظوں میں اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ 'رَفَعَ بَعْضَهُمْ' میں بعض سے مراد محمد عربی ﷺ ہیں۔ تفسیر جلالین میں امام جلال الدین سیوطی نے تو صرف اسی قول کا ذکر فرمایا ہے کہ بعض سے مراد رسول عربی ﷺ ہیں جو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ تمام اقوال میں سے یہ قول صحیح ترین قول ہے اس لیے کہ جلالین میں اس بات کا پورا التزام کیا گیا ہے کہ اس میں وہی قول نقل کیا جائے، نیز ہر ہر آیت کی وہی تفسیر کی جائے جو سب سے زیادہ راجح اور صحیح تر ہو۔ خیال کیا جاسکتا ہے کہ 'رَفَعَ بَعْضَهُمْ' کی جگہ سرکارِ رسالت کے اسم گرامی ہی کا ذکر فرمایا جاسکتا تھا تو پھر آپ کا ذکر مبہم کیوں کیا گیا؟ آخر اس میں کیا حکمت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یوں مبہم ذکر فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ کامل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت وسیادت اس قدر ظاہر اور مشہور چیز ہے کہ نام لو یا نہ لو

انھیں کی طرف ذہن جائے گا اور کوئی دوسرا خیال ذہن میں نہ آئے گا، نیز اہل محبت ہی جانتے ہیں کہ نام کے اس ابہام میں کیا لطف ومزہ ہے۔

اے گل تبو خورسندم تو بوئے کسے داری

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید　　کہ از انفاس خوشش بوئے کسی می آید

۴- ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ﴾ (الفتح ۴۸/ ۲۸)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر، اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

امام ابن سبع نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہماری شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے [۱] جس سے پتہ چلا کہ آیت کریمہ میں 'الدین' اپنے حقیقی عموم پر ہے جو سابقہ ادیانِ حقہ کو بھی شامل ہے، لہٰذا آیت کریمہ میں 'الدین' سے مراد صرف وہی 'ادیان کفار' ہی نہیں ہیں جو عہدِ رسالت میں موجود تھے۔

المختصر اس آیت کریمہ نے ظاہر کردیا کہ حضور ﷺ کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل ہے۔ یوں ہی آیت کریمہ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ...﴾ [۲] نے واضح کردیا کہ حضور ﷺ کی اُمت تمام اُمتوں سے بہتر وافضل ہے تو یقیناً جو اس کامل واکمل دِین کا صاحب اور اس بہتر وافضل اُمت کا آقا ہوگا۔ وہ سب دِین والوں اور اُمت والوں سے افضل واعلیٰ ہوگا۔ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ...﴾ کی تفسیر میں سرکار رسالت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[۱] خصائص کبریٰ۔ [۲] تم سب سے بہتر اُمت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی، امام رازی، علامہ تفتازانی، علامہ قسطلانی اور علامہ ابن حجر مکی وغیرہ نے اسی آیت سے رسول کریم کی افضلیت پر استدلال فرمایا ہے۔

انکم تتمون سبعین امة انتم خیرھا واکرمھا علی اللّٰہ ۔ [1]

تم ستر اُمتوں کو پورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر و بزرگ تم ہو۔

۵- (الف) ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ (سبا ۳۴/۲۸)

نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر سب لوگوں کے لیے خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ بے خبر ہیں (اس حقیقت کو اکثر لوگ نہیں جانتے)

(ب) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا﴾ (فرقان/۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

(ج) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا﴾ (اعراف/۱۵۸)

فرمادو اے لوگو میں خدا کا رسول ہوں تم سب کی طرف سے۔

خود حضور آیۂ رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اُرۡسِلۡتُ اِلَى الۡخَلۡقِ كَافَّةً ۔ [2]

میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

نیز، سرکار مدینہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يَعۡلَمُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَّا كَفَرَةَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ۔ [3]

کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن و آدمی۔

---

[1] امام احمد، ترمذی بافادہ تحسین، ابن ماجہ حاکم معاویہ بن حیدہ سے راوی [2] مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[3] طبرانی معجم کبیر میں یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

مذکورہ بالا ارشاداتِ عالیہ پر غور کرنے سے یہ بات تحقیق کے اُجالے میں آ جاتی ہے کہ حضور آیۂ رحمت ﷺ کی رسالت کے احاطۂ عامہ اور دائرۂ تامہ میں تمام ماسوی اللہ داخل ہیں۔ قرآن عظیم کی آیت ﴿ **لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا** ﴾ میں لفظ '**عالمین**' اور مسلم شریف کی روایت میں لفظ '**خلق**' اور وہ بھی کلمہ **کَافَّۃً** سے مؤکد، تحقیق مذکور کی واضح دلیل ہیں۔ الغرض زمین و آسمان، پہاڑ، دریا، درخت پتھر جن و ملک، عرش و کرسی، لوح و قلم، آبی و خاکی، بادی و آتشی .... المختصر رسولِ عربی ﷺ کائنات کی ہر شئے کے رسول ہیں۔ یہ تو رہی اہل تحقیق کی بات۔ رہ گیا رسالت والے کا تمام انس و جنّ کو شامل ہونا' تو یہ امر اجماعی ہے۔ اب آیئے انبیاء سابقین سے متعلق ارشاداتِ قرآنیہ اور فرمودات نبویہ ملاحظہ فرمایئے:

(الف) ﴿**وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ**﴾ (ابراہیم/۴)	نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ۔
(ب) ﴿ **وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ**﴾ (ہود/ ۲۵)	بیشک ہم نے نوح کو اسکی قوم کیطرف بھیجا۔
(ج) ﴿**وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا**﴾ (ہود/ ۶۱)	اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔
(د) ﴿**وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖ**﴾ (الاعراف/ ۸۰)	اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔
(و) ﴿**وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا**﴾ (الاعراف/ ۸۵)	اور مدین کی طرف اُن کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔

(ز) ﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ ﴾ (الاعراف/۱۰۳)

پھر انکے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کیساتھ فرعون اور اسکے درباریوں کی طرف بھیجا۔

(ح) ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اٰتَيْنٰهَا اِبْرَاهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ﴾ (الانعام/۸۴)

اور یہ ہماری دلیل ہے ابراہیم کی قوم پر جسے ہم نے ابراہیم کو عطا کیا۔

(ط) قَالَ تَعَالٰى فى يونس عليه السلام ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴾ (الصفت/۱۴۷)

(حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق ارشادات ربانی ہے) اور ہم نے اُسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔

(ی) (قال تعالیٰ عن عیسیٰ علیه السلام) ﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ ﴾ (ال عمران/ ۴۹)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد قرآنی ہے) اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔

سرکار مدینہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

كان النبى يبعث الى قومه خاصة [1]

نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔

دوسری روایت میں ہے:

كان النبى يبعث الى قرية لا يعدوها۔ [2]

نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس سے آگے تجاوز نہ کرتا۔

اس مذکورہ بالا موازنہ سے حضور سید عالم ﷺ کی افضلیت مطلقہ ظاہر ہوگئی کہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام تو صرف ایک ایک شہر کے ناظم تھے لیکن حضور سید المرسلین ﷺ سلطان ہفت کشور بلکہ بادشاہ زمین وآسمان الغرض ساری کائنات کے شہنشاہ بنادیئے گئے

---

[1] بخاری ومسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی۔ [2] ابویعلی حضرت عوف بن مالک سے راوی۔

حضور ﷺ کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ہے آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ تعالی فضل محمدا ﷺ علی الانبیاء وعلی اهل السماء ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے انبیاء پر فضیلت کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

ان اللّٰہ تعالٰی قال وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ وقال لمحمدٍ صلی الله علیه وسلم وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ فَاَرۡسَلَهٗ اِلَی الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ۔

اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر اُس کی قوم کی زبان کے ساتھ اور محمد ﷺ سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر سب لوگوں کے لیے رسول۔ تو حضور کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

اس مقام پر پہنچ کر غور کرنا ہے کہ آیت زیر بحث حضور سید المرسلین ﷺ کی افضلیت مطلقہ پر کتنی وجہوں سے حجت و دلیل ہے۔ پہلی وجہ تو وہی ہے جس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسالت کی ذمہ داریاں سخت گراں بار ہیں جن کا تحمل نہایت دشوار ہے۔

﴿اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا﴾ (المزمل/۵)

بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

اسی لیے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام جیسے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید کر دی گئی:

﴿لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ/۴۲) دیکھنا میرے ذکر میں سست نہ ہو جانا۔

اور ظاہر ہے کہ جس کی رسالت کے دائرے میں صرف ایک قومِ خاص، اُس کی مشقت بھی اسی قدر ہوگی لیکن جس کی رسالت نے جن و انس اور شرق و غرب کو گھیر لیا ہو اُس کی مشقت اور اُس کی ذمہ داری کے بوجھ کی سختی و گراں باری کا کیا عالم ہوگا؟ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جیسی مشقت ویسا ہی اجر اور جتنی ہی خدمت اتنی ہی قدر۔

افضل العبادات احمزھا۔ تمام عبادتوں میں افضل وہی ہے جس کے اندر زیادہ مشقت و سختیاں ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جیسا جلیل کام ہو، ویسا ہی جلالت والا اُس کے لیے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء اور سردار اعظم کو۔ المختصر جو فرق رسالتِ خاصہ اور بعثتِ عامہ میں ہے وہی فرقِ مراتب اُن خاص رسولوں اور اُس **رَسُوْلُ الْكُلّ** میں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسی اونچی شان کی شخصیت ہو اُسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔ کیونکہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب ہے اسی طرح چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اُس کے ہلکے پن کی نشاندہی کرتا ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ جتنا کام زیادہ اُتنا اُس کے لیے سامان زیادہ۔ ایک نواب کو اپنے انتظام ریاست میں صرف اُسی کے لائق فوج و خزانہ درکار ہے اور بادشاہِ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو نظم و نسق کے لیے اسی کے موافق اسباب اور سامان کی ضرورت پڑے گی

اور یہاں سامان وہ تائید الٰہی اور تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیاء پر مبذول ہوتی ہے تو ضروری ہوا کہ جو علوم و معارف قلبِ اقدس پر القا ہوئے وہ اُن علوم و معارف سے اکثر و بیشتر ہوں جو جملہ انبیاء کرام کو عطا فرمائے گئے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ انبیاء کو فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کن کن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) حلم:- تاکہ کفار کی گستاخی پر تنگدل نہ ہوں چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿**دَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ**﴾ (الاحزاب/ ۴۸) اور اُن کی ایذا پر درگذر فرماؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

(۲) صبر: تاکہ اذیت پہونچانے والوں کی اذیت سے گھبرا نہ جائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿**فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ**﴾ (الاحقاف/ ۳۵) تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

(۳) تواضع:- تاکہ اُن کی صحبت سے کسی کو تنفر نہ ہو، قرآن کریم میں ہے:

﴿**وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ**﴾ (الشعراء/ ۲۱۵) اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔

(۴) رفق ولینت:- (یعنی برتاؤ میں نرمی) تاکہ دوسروں کے قلوب اُن کی طرف راغب ہوں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿**فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ**﴾ (ال عمران/ ۱۵۹) تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے۔

(۵) **رحمت**:- تاکہ بھلائیوں اور خوبیوں کو دوسروں تک پہنچانے کا واسطہ ہوسکیں بلفظ مختصر واسطۃ الفیض بن سکیں۔

﴿رَحۡمَةٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ﴾ (التوبہ/۶۱) جو تم میں مسلمان ہیں اُن کے واسطے رحمت ہیں۔

(۶) **شجاعت**:- تاکہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

﴿اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴾ (النمل/۱۰) بے شک میرے حضور، رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔

(۷) **جودوسخاوت**:- تاکہ تالیف قلوب کا باعث ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجبلت القلوب علی حب من احسن الیھا اس کے لیے انسان بندۂ احسان ہے اور محسن سے دِلی محبت عینِ فطرت ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰی عُنُقِكَ﴾ (بنی اسرائیل/۲۹) اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔

(۸) **عفو و مغفرت**:- تاکہ نادان جاہل اور نا آشنائے ادب بھی فیض پاسکیں۔

﴿فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ (المائدہ/۱۳) تو انھیں معاف کرو اور اُن سے درگزر کرو۔ بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

(۹) **قناعت اور استغناء**:- تاکہ جاہل لوگ اُن کی عظیم دعوت اور اُن کے کارہائے ہدایت کو طلبِ دُنیا پر محمول نہ کریں۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ﴾ (الحجر/۸۸)
اپنی آنکھ اُٹھا کر اُس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے اُن کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی۔

(۱۰) جمالِ عدل:- اُمت کو مہذب بنانے، تعلیم وتربیت دینے اور ادب سکھانے میں جس کی رعایت کریں۔

﴿وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ﴾ (المائدہ/۴۲)
اور اگر اُن میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

(۱۱) کمالِ عقل:- اس لیے کہ عقل ہی تمام فضیلتوں کی اصل اور تمام برتریوں اور بلندیوں کا سرچشمہ ہے، اسی لیے کوئی عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ (الانبیاء/۷)
اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔

اور نہ کبھی جنگلیوں اور دیہاتیوں کو نبوت ملی۔ اس لیے کہ بدسلوکی سے پیش آنا اور سختی وتندخوئی اُن کی فطرت وطینت ہوتی ہے۔

﴿اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى﴾ (یوسف/۱۰۹)
سب مرد ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔

حدیث میں ہے مَنۡ بَدَا جَفَا [۱] یعنی جس نے جنگل میں اقامت اختیار کی بلفظ مختصر جو جنگلی ہوا وہ بدسلوک وتندخو ہوا۔

---

[۱] امام احمد حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی سند صحیح کے ساتھ اور طبرانی کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی سند حسن کے ساتھ۔

اسی طرح نظافتِ نسب اور حسنِ سیرت وَ صورت سبھی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے تاکہ اُن کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ الغرض یہ سب انہی خزائن سے ہے جو اِن سلاطین ِحقیقت کو عطا ہوئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس کی سلطنت عظیم ہوگی اُس کے خزائن بھی عظیم ہوں گے۔ حدیث میں ہے :

اِنَّ اللّٰہ تَعَالٰی یُنَزِّلُ المعونة علی قدر المؤنة ۔[۱] بے شک اللہ تعالیٰ بقدر مشقت اپنی معونت و مدد نازل فرماتا ہے۔

تو ضروری ہوا کہ ہمارے حضورﷺ ان سب اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء سے کامل واکمل اور اعلیٰ و برتر ہوں اسی لیے خود ارشاد فرماتے ہیں :

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔[۲] میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے (۷۱) کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روز آفرینش دُنیا سے قیامِ قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمدﷺ کی عقل کے آگے ایسی ہی ہے جیسے تمام ریگستان دُنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔

چھٹویں وجہ یہ ہے کہ اُوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ حضورﷺ کی رسالتِ زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ اولین و آخرین سب کو شامل ہے اس بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیے۔ سرکار رسالتﷺ سے دریافت کیا گیا کہ :

---

[۱] ابن عدی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔ اس حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے **وینزل الصبر علی قدر البلاء** یعنی اللہ جس پر بلا اتارتا ہے اس کو اسی طرح کی قوت صبر مرحمت فرماتا ہے۔

[۲] بخاری فی الادب، ابن سعد، حاکم اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی سند صحیح کے ساتھ۔

متی وجبت لك النبوة ۔[1] حضور ﷺ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہوئی ۔
آپ نے فرمایا:

وآدم بین الروح والجسد ۔ جب کہ آدم رُوح وجسم کے درمیان تھے ۔

اسی لیے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد ﷺ اُس کے رسول ہیں محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

چوں بود خلق آنحضرت ﷺ اعظم الاخلاق بعث کرد، خدائے تعالیٰ اورا بسوئے کافۂ ناس ومقصود نگردایند رسالت اورا بر ناس بلکہ عام گردایند تا آنکہ عام شد تمامۂ عالمین را پس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد ﷺ رسول اوست ۔

جب آنحضرت ﷺ کا خُلق مبارک عظیم تر تھا تو خدائے تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا اور آپ کی رسالت کو صرف انسانوں پر محدود نہیں کیا بلکہ جن و انس دونوں کو عام کردیا بلکہ صرف جنّ و انسان ہی پر محدود نہیں فرمایا' یہاں تک آپ کی رسالت عام ہوگئی اور اس کے دائرہ میں جملہ عالمین داخل ہوگئے پس اللہ تعالیٰ جس کا پروردگار ہے...... محمد ﷺ اُس کے رسول ہیں ۔

([1] ترمذی جامع میں بافادۂ تحسین واللفظ اور حاکم وبیہقی وابونعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور احمد مسند اور بخاری تاریخ میں اور ابن سعد و حاکم وبیہقی وابونعیم حضرت میسرۃ الفجر سے اور بزار طبرانی وابونعیم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابونعیم بطریق صنابحی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور ابن سعد حضرت ابن ابی الجدعا وحضرت مطرف بن عبداللہ بن الشخیر اور حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باسانید متبانیہ والفاظ متقاربہ راوی ۔ امام عسقلانی نے کتاب الاصابۃ میں حدیث میسرہ کی نسبت فرمایا ہے **سندہ قوی** اس کی سند قوی ہے ۔)

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کیونکہ اس سے ثابت ہوا کہ جونسبت انبیاء سابقین سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی، وہ نسبت اس سرکارِ عرش وقار (ﷺ) سے ہر ذرّہ مخلوق اور ہر فرد ماسوی اللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو ہے اور رسول کا اپنی اُمت سے افضل ہونا ایک روشن حقیقت ہے۔

۶۔ **قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیاء کو نام لے کر پکارتا ہے مثلاً ارشادِالٰہی ہے۔**

(الف) ﴿يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾	اے آدم تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو۔
(ب) ﴿يَا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ﴾	اے نوح کشتی سے اُتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں۔
(ج) ﴿يَا اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾	اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا
(د) ﴿يٰمُوْسٰى اِنِّىْٓ اَنَا اللّٰهُ﴾	اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ۔
(ہ) ﴿يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾	اے عیسیٰ میں تمہیں پوری عمر تک پہونچاؤں گا
(و) ﴿يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً﴾	اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین پر نائب کیا۔
(ز) ﴿يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ﴾	اے زکریا ہم تمہیں خوشی سناتے ہیں۔
(ح) ﴿يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾	اے یحیٰ کتاب مضبوط تھام۔

مگر جہاں حضور آیہ رحمت ﷺ سے خطاب فرمایا ہے حضور ﷺ کے اوصافِ جلیلہ اور القابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ مثلاً ارشادِ ربانی ہے:

(ا) ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ﴾	اے نبی بے شک ہم نے تجھے چشم دید گواہ بنا کر بھیجا۔
(ب) ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ ﴾	اے رسول پہنچا جو تیری طرف اُترا۔
(ج) ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ ﴾	اے کپڑا اوڑھنے لیٹنے والے رات میں قیام فرما۔
(د) ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴾	اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو لوگوں کو ڈرا۔
(ہ) ﴿ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴾	اے یٰسین ۔ یا اے سردار مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی بے شک تو مرسلین سے ہے
(و) ﴿ طٰهٰ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ﴾	اے طٰہٰ یا اے پاکیزہ رہنما ! ہم نے تجھ پر قرآن اس سے لیے نہیں اُتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل اور صاحب فہم جانتا ہے کہ جو اِن نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا وہ حضور سید المرسلین ﷺ اور انبیائے سابقین کا فرق بخوبی بدیہی طور پر جان لے گا

یا آدم سب با پدر انبیاء خطاب **یا ایھا النبی** خطاب محمد ست

امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ 'بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے اور اُن میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے' اے مقرب حضرت ! اے نائبُ السلطنت ! اے صاحبِ عزت ! اے سردارِ مملکت ! تو کیا کسی طرح شک و شبہ کا محل باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت وَ وجاہت والا ہے نیز سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔ خاص طور پر **یا ایھا المدثر** اور **یا ایھا المزمل** قابل غور ہے۔ یہ وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزا اہلِ محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم ﷺ بالا پوش اوڑھے جھرمٹ مارے لیٹے تھے اسی وضع و حالت سے حضور ﷺ کو یاد فرما کر ندا کی گئی، اس مقام پر یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ اشقیائے یہودِ مدینہ اور مشرکینِ مکہ حضور ﷺ سے جاہلانہ گفتگو کرتے۔ ان مقالاتِ خبیثہ کو رد وَ ابطال اور عذاب کی خبر دینے کی غرض سے قرآن کریم میں بارہا نقل فرمایا گیا مگر ان گستاخیوں کی 'بے ادبانہ ندا' کا محل نقل میں بھی ذکر نہ آیا' وہ بے ادب گستاخانہ نیت سے حضور ﷺ کا نام لے کر ندا کیا کرتے تھے، ہاں جنھوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی اگرچہ اُن کے گمان میں بطور استہزا تھی اُسے قرآن مجید نقل کرلایا۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ﴾ بولے اے وہ جس پر قرآن اُترا۔

بخلاف' حضرات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ اُن کے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔ مثلاً:

(۱) ﴿يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا﴾ اے نوح تم ہم سے جھگڑے۔

(ب) ﴿ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَا اِبْرَاهِيْمُ﴾ کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا، اے ابراہیم۔

(ج) ﴿يَا مُوْسٰى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ﴾ اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دُعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے

(د) ﴿يٰصَالِحُ اْئِتِنَا بِمَا تَعِدُنَا﴾ اے صالح! ہم پر لے آؤ (وہ عذاب) جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔

(ہ) ﴿يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سے باتیں۔

بلکہ اُس زمانے کے اطاعت کرنے والے بھی انبیاء کرام سے یوں ہی خطاب کرتے ہیں اور قرآن عظیم نے اُن کے مخاطبے کو بھی اسی طرح اُن سے نقل فرما دیا:

اَسباط نے کہا:

﴿يَا مُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ﴾ اے موسیٰ! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔

حواریوں نے کہا:

﴿يَا عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتارے۔

لیکن یہاں پر اُمت مصطفویہ پر اس نبی کریم ﷺ کا نام لے کر خطاب کرنے کو حرام ٹھہرادیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا﴾ (النور/۶۳)

رسول کا پُکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پُکارتے ہو۔

المختصر اے زید، اے خالد...... والا عامیانہ انداز اختیار نہ کرو بلکہ باادب یوں عرض کرو۔

یا رسول الله ۔ یا حبیب الله ۔ یا نبی الله ۔ یارحمة للعٰلمین ...... وغیرہا۔

ابو نعیم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

كانوا يقولون يامحمد يا ابا القاسم فنهيهم الله عن ذلك اعظاما لنبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالوا يا نبى الله يا رسول الله ۔

پہلے حضور ﷺ کو **یا محمد یا ابا القاسم** کہا جاتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے اظہار عظمت کے لیے اس سے روک دیا۔ جب سے صحابہ کرام **یا نبی الله یا رسول الله** کہہ کر خطاب کرتے۔

اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے [1]

لا تقولوا يامحمد ولكن قولوا يارسول الله يا نبى الله ۔

(یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) یا محمد نہ کہو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہو۔

[1] (بیہقی امام علقمہ و امام اسود سے اور ابو نعیم امام حسن بصری و امام سعید ابن جبیر سے راوی ہیں نیز اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے۔)

اسی لیے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو نام لے کر ندا کرنا حرام ہے، واقعی محلِ انصاف ہے جسے اُس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی اور دوسرے محققین نے فرمایا کہ اگر یہ لفظ کسی دُعا میں وارد ہو جو خود حضور نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمائی ہو جیسے دعائے **یَا مُحَمَّد اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ**' اے محمد بے شک میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ تاہم اس کی جگہ **یا رسول اللہ یا نبی اللہ** کہنا چاہئے۔ حالانکہ الفاظ دُعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کیا جاتا۔

خیر یہ تو خود حضور اقدس ﷺ کا معاملہ تھا۔ حضور انور ﷺ کے صدقے میں اس اُمت مرحومہ کا خطاب بھی امم سابقہ کے خطاب سے ممتاز ٹھہرا۔ سابقہ اُمتوں کو اللہ تعالیٰ **یَا اَيُّهَا الْمَسٰكِيْن** فرمایا کرتا۔ تورات مقدس میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے۔

(خصائص کبریٰ للسیوطی ناقلاً عن۔ ابن ابی حاتم راویاً عن خثیمہ)

اور اس اُمت مرحومہ کو جب ندا فرمائی گئی ہے تو ﴿ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** ﴾ فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو ! اُمتی کے لیے اس سے زیادہ کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے محبوب کے علاقے والے بھی محبوب ہوتے ہیں جبھی تو ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ **فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** ﴾ میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

(۷) (ا) ﴿ **لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ** ﴾ (اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے) تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

(ب) ﴿لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ﴾ میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔

(ج) ﴿وَقِيۡلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

(د) ﴿وَالۡعَصۡرِ﴾ قسم ہے زمانۂ مصطفیٰ کی۔

ان آیات مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھ کر غور فرمایئے کہ یہ مرتبۂ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآن عظیم نے اُن کے شہر کی قسم ارشاد فرمائی، اُن کی باتوں کی قسم ارشاد فرمائی، اُن کے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی اور اُن کی جان کی قسم ارشاد فرمائی۔ اسی کا نام محبوبیت کبریٰ ہے۔ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

ما حلف الله بحياة احد قط الا بحياة محمد ﷺ قال تعالٰى لعمرك انهم لفى سكرتهم يعمهون اىٔ وحياتك يا محمد[1]

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوا محمد ﷺ کے کہ آیت ﴿لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾ میں فرمایا مجھے تیری جان کی قسم اے محمد۔

(1) تفسیر کبیر وتفسیر بیضاوی نے اس تاویل کو ذکر کیا ہے۔ امام قسطلانی نے ان کی اتباع کی ہے امام زرقانی نے اس کا اقرار کیا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

ما خلق الله وما ذرأ وما برأ نفسا اکرم علیه من محمد ﷺ وما حلف الله بحیاة احد قط الا بحیاة محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون۔

(ابویعلی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر اور بغوی راوی)

اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا نہ آفرینش فرمایا، جو اُسے محمد ﷺ سے زیادہ عزیز ہو۔ نہ کبھی اُن کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی۔ کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

حضور آیۂ رحمت ﷺ کے وصال مبارک کے بعد جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے آنحضرت ﷺ کے وصال کی تحقیق ہوچکی تو آپ کی زبان حق ترجمان سے بطور مرثیہ ایک نفیس کلام صادر ہوا جو کسی قدر طویل ہے اس کا ایک حصہ یہ ہے:

بابی انت وامی یا رسول الله قد بلغ من فضیلتك عند الله تعالی ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتر آب قدمیك فقال لا اقسم بهذا البلد۔

(امام غزالی احیاء العلوم میں، امام محمد بن الحاج عبدری مکی مدخل میں، امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں۔ باب فضائل میں اس کلام نفیس کا حجت ہونا محتاج بیان نہیں۔)

یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان۔ بے شک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی اور آپ کے سوا کسی اور نبی کی زندگی کی قسم نہیں یاد فرمائی اور بے شک حضور کی بزرگی خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں :

ایں لفظ در ظاہر نظر سخت می درآید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند می خورد بخاکپائے حضرت رسالت و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک است کہ غبارے نیست برآن و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزۃ جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آن چیز ست نزد مردم ونسبت بایشان تا بدانند کہ آن امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوی تعالٰی ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف یہ نسبت کہ اُس نے حضرت رسالت ﷺ کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی ، بظاہر نظر میں سخت دِکھائی دیتا ہے لیکن اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو معنی بالکل پاک و صاف ہے جس میں کوئی غبار نہیں ہے ۔ تحقیق امر یہ ہے کہ حضرت رب العزت کا اپنی ذات وصفات کے سوا کسی کی قسم یادفرمانا صرف اس کے شرف وفضیلت کے اظہار کے لیے اور اس کی امتیازی شان نمایاں کرنے کے لیے ہوتا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ جس کی قسم یاد فرمائی جارہی ہے وہ صاحبِ عظمت وشرافت ہے اس قسم سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے عظیم و برتر ہے ۔

(۸) ﴿ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ (بنی اسرائیل/ ۷۹)

یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔ (تعریف کے مقام میں)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

سئل رسول اللّٰہ ﷺ عن المقام المحمود فقال هو الشفاعة ۔

(صحیح بخاری، جامع ترمذی)

حضور سید المرسلین ﷺ سے سوال ہوا کہ مقامِ محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا شفاعت ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سئل عنها رسول اللهﷺ عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا فقال هی الشفاعة۔ (امام احمد، امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی)

نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے قول زیر بحث میں مقامِ محمود کی وضاحت چاہی گئی آپ نے فرمایا کہ مقامِ محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔

قیامت کے دن جب کہ انبیاء کرام تک **نفسی نفسی** کررہے ہوں گے اور ہمارا رسول **اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا** (میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے) فرمارہا ہوگا، نیز رسول کریم ﷺ کو مقام شفاعت کبریٰ پر فائز کیا جائے گا۔ اس وقت اولین وآخرین میں حضور ﷺ کی حمد وثناء کا غلغلہ پڑجائے گا اور دوست ودشمن موافق ومخالف ہر شخص حضور ﷺ کی فضیلتِ کبریٰ اور سیادتِ عظمٰی پر ایمان لائے گا، محی السنۃ امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبدالله رضی الله تعالی عنه قال ان الله عز وجل اتخذ ابراهیم خلیلا وان صاحبكم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خلیل الله و اكرم الخلق علی الله ثم قرأ عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودا قال یقعده علی العرش۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اور بے شک تمہارے آقا محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اُس کے نزدیک عزیز وجلیل ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کرکے فرمایا اللہ تعالیٰ انھیں روز حشر عرش پر بٹھائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردِ رشید حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں (امام عبد بن حمید حضرت مجاہد سے راوی)

يجلسه الله تعالى معه على العرش اللہ تعالیٰ انھیں اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا

یہاں معیت سے مراد 'معیت تشریف وتکریم' ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جلوس ومجلس سے پاک و برتر ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد کا یہ قول نہ تو شرعاً ممنوع و مدفوع ہے اور نہ عقلاً۔

امام ابوداؤد صاحب سنن فرماتے ہیں: (نقاش امام ابوداؤد سے ناقل۔)

من انكر هذا القول فهو متهم۔ جو اس قول سے انکار کرے وہ متّہم ہے۔

اسی طرح امام دارقطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی ہے اور اس کے بیان میں چند اشعار نظم کیے ہیں (نسیم الریاض)، ابوالشیخ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

ان محمدا ﷺ يوم القيٰمة يجلس على الكرسى الرب بين يدى الرب۔ بے شک محمد ﷺ روزِ قیامت رب کے حضور، رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔

معالم میں عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

يقعد على الكرسى۔ اللہ تعالیٰ انھیں کرسی پر بٹھائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ عسٰى ان يبعثك ربك مقامًا محمودًا قال يجلسنى معه على السرير۔ (قال الامام الجلیل الجلال فی الدر المنثور اخرج الدیلمی عن ابن عمر) حضور ﷺ نے آیت کریمہ تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا۔

ایک جلیل تابعی حضرت مجاہد، تین جلیل القدر صحابی ابن عباس، ابن مسعود اور ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذکورہ بالا ارشادات عالیہ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول کریم کے لیے 'مقام محمود' (جائے قیام۔ کھڑے ہونے کی جگہ) ہے وہی آپ کے لیے مجلسِ محمود (نشست گاہ) بھی ہے۔ قرآن کریم نے صرف اس جگہ کے 'جائے قیام' ہونے کی تصریح کردی ہے اور دوسرے ارشادات نے اس کے 'نشست گاہِ رسول' ہونے کی بھی وضاحت کردی ہے۔المختصر رسول کریم سید المتواضعین ہیں۔ آپ وہاں پہونچ کر اپنے ربِّ جلیل کے حضور عبد متواضع کی شان لیے ہوئے کھڑے رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰه۔ جو بارگاہِ الٰہی میں تواضع سے پیش آتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو سربلند فرماتا ہے۔

لہٰذا مولیٰ تعالیٰ اپنے اس محبوب اور متواضع بندے کو اسی جگہ بیٹھنے کا حکم فرمائے گا تو جو جگہ اولاً رسول کریم ﷺ کے لیے جائے قیام ہوگی وہی جگہ ثانیاً آپ کی نشست گاہ قرار دی جائے گی۔

احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اسی جگہ پر حضور ﷺ اپنے رب کے حضور ایک ہفتہ یا دو ہفتہ سجدہ ریز رہیں گے اور پھر حکم الٰہی سے سر مبارک اُٹھائیں گے، الغرض وہ مقدس جگہ آپ کے لیے جائے قیام بھی ہے اور جائے قعود و جائے سجود بھی۔

مذکورہ بالا تحریر نے یہ بھی واضح کردیا کہ دُنیا کی طرف بعثت اور ہے اور آخرت کی طرف بعثت اور۔ دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' اس لیے کہ دُنیا کی طرف کسی کو مبعوث کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آخرت تبلیغ و اصلاح کی جگہ نہیں، لہٰذا اب اگر کسی کو

آخرت کی طرف مبعوث کیا جائے تو اس کی غرض یا تو یہ ہے کہ اسی کے احوال وکوائف، اعمال وکردار اور اطوار وانجام کو ظاہر کردیا جائے یا اُس کو کسی نمایاں خصوصیت اور ممتاز صفت کو آشکارا کردیا جائے یا اُن کے سوا کوئی ایسا مقصد ہو جس میں تبلیغ واصلاح کا کوئی سوال نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ تشریح واضح کررہی ہے کہ زیر عنوان آیت کریمہ میں اس خاص جگہ سے متعلق صرف ایک پہلو کا ذکر کیا گیا ہے باقی اُمور احادیث وآثار سے حاصل کیے گئے ہیں اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں' اس لیے کہ اس بات کا کوئی بھی مدعی نہیں کہ 'قرآن کریم میں ہر ہر چیز کی ایسی واضح تفصیل موجود ہے جسے ہر کس و ناکس سمجھ سکتا ہے'۔

آیت زیر بحث کی تشریح کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے **مقامًا محمودًا** میں مَقام اسم مکان نہیں ہے بلکہ مصدر میمی ہے جو مفعولِ مطلق کا قائم مقام ہے اب معنی یہ ہوا **یَبْعَثَكَ بَعْثًا مَحْمُوْدًا** 'تجھے تیرا رب بھیجے گا اچھا بھیجنا یا تجھے تیرا رب اُٹھائے گا، اچھا اُٹھانا' اور ظاہر ہے کہ **بعث محمود** میں وہ جملہ احوال آخرت داخل ہوجائیں گے جو حضور ﷺ کی امتیازی شان کو نمایاں کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد کے ارشاد میں 'عرش' کا لفظ مذکور ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہما کے قول میں 'کرسی' کا لفظ ہے اور خود سرکار رسالت ﷺ لفظ 'سریر' ارشاد فرمارہے ہیں۔ ان ارشادات میں آپس میں کوئی معنوی تصادم نہ سمجھا جائے' اس لیے کہ عرش۔ کرسی اور سریر تینوں شاہی تخت ہی کے معنی میں ہیں، تختِ شاہی کو عرش بھی کہا جاتا ہے، کرسی بھی اور سریر بھی۔

۹۔ قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات اورنقل اقوال و ذکر احوال پر نگاہ ڈالیے تو ہر جگہ اس نبی کریم ﷺ کی شان انبیا سابقین سے بلند و بالا نظر آتی ہے۔ اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس سلسلے کی صرف بیس مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

۱) قرآن کریم نے نبینا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے۔ وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:

﴿وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ﴾ (الشعراء/۸۷) مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن لوگ اُٹھائے جائیں گے

لیکن اپنے حبیب ﷺ کے لیے خود ارشاد ہوا:

﴿یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ﴾ (التحریم/۸) جس دن خدا رُسوا نہ کرے گا نبی اور اُس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔

الحمد للہ حضور ﷺ کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارت عظمیٰ سے مشرف ہوئے، المختصر حضرت خلیل علیہ السلام التجا کر رہے ہیں اور حبیب مژدہ سماعت فرما رہے ہیں۔

۲) قرآن کریم نے حضرت خلیل علیہ السلام سے تمنائے وصال نقل کی ہے۔

﴿اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ﴾ (الصٰفٰت/۹۹) میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں قریب ہے کہ وہ مجھے راہ دے۔

لیکن حبیب ﷺ کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ﴾ (بنی اسرائیل) پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

الحاصل حضرت خلیل علیہ السلام تمنائے لقاء کا اظہار فرما رہے ہیں اور حبیب کو 'عطائے لقاء' کے لیے قریب کیا جا رہا ہے۔

۳) قرآن کریم نے حضرت خلیل علیہ السلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی ہے۔

﴿سَیَهْدِیْنِ﴾ قریب ہے کہ وہ مجھے راہ دے۔

لیکن اپنے حبیب ﷺ سے خود ارشاد ہوا۔

﴿وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا﴾ اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

الغرض ایک طرف آرزوئے ہدایت ہے اور دوسری طرف مژدہ ہدایت ہے۔

۴) قرآن کریم میں حضرت خلیل علیہ السلام کے لیے آیا ہے کہ فرشتے اُن کے معزز مہمان ہوئے۔

﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ﴾ اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی (جو دس یا بارہ فرشتے تھے)

لیکن اپنے حبیب ﷺ کے لیے فرمایا کہ فرشتے اُن کے لشکری وسپاہی بنے۔

(ا) ﴿وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾ اور ان فوجوں سے اُس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھی (یہ ملائکہ کی فوج تھی)۔

(ب) ﴿یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ﴾ تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

(ج) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ﴾ اور اُس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ افضل مہمان ہو یا مفضول لیکن میزبان پر اُس کی خاطر مدارات ضروری ہوتی ہے۔ میزبان اپنے مہمان کو خوش رکھنے کے لیے ہر طرح کی دل جوئی سے کام لیتا ہے، المختصر مہمان جب تک مہمان ہے اس کی حیثیت محکوم و مامور کی نہیں ہوتی

اس کے برعکس سپاہی اپنے کمانڈر انچیف کا محکوم و مامور ہوتا ہے، سپاہی اپنے سالار سے اپنی خاطر مدارات نہیں چاہتا بلکہ ہر وقت اپنے حاکم کے حکم کا منتظر اور اُس کے حکم کو بجالانے کے لیے تیار وَ کمر بستہ رہتا ہے۔

الغرض ۔حضرت خلیل علیہ السلام کی بارگاہ میں فرشتے مہمان بن کر گئے اور حبیب ﷺ کی بارگاہ میں محکوم بن کر آئے ۔

۵) قرآن کریم نے حضرت کلیم علیہ السلام سے متعلق فرمایا کہ انھوں نے خدا کی رضا چاہی۔

﴿وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔

لیکن اپنے حبیب ﷺ کے لیے بتایا کہ خدا نے اُن کی رضا چاہی۔

(ا) ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

(ب) ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجائیں گے۔

غور فرمایئے حضرت کلیم بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں ’اے رب تو راضی ہوجائے‘ اور خدا اپنے حبیب سے ارشاد فرمارہا ہے ’اے حبیب تو راضی ہوجائے‘ تو کہنے والے نے کہہ دیا اور خوب کہا ہے

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد (رضاؔ بریلوی)

اس مقام پر یہ خیال رہے کہ خدا پر کسی کی رضا چاہنا ’لازم نہیں‘ واجب نہیں، ضروری نہیں، لیکن اگر وہ اپنے کرم سے کسی کی رضا چاہے تو یہ اُس کا فضل ہے، عنایت ہے جس

سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ المختصر فضلِ عظیم والا اگر خلقِ عظیم والے کی رضا چاہے تو یہ کوئی مقام حیرت واستعجاب نہیں۔

٦) قرآن کریم نے حضرت کلیم کے 'بخوفِ فرعون' مصر سے تشریف لے جانے کو بلفظ فرار نقل فرمایا ہے۔

﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ﴾ تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا۔

لیکن جب حبیب ﷺ کی ہجرت کا ذکر کیا تو وہاں عبارتوں کی خوبی کا عالم ہی کچھ اور ہے۔

﴿اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔ اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

الغرض رسولِ کریم ﷺ کی ہجرت کو فرار نہیں کہا گیا بلکہ خدائی تدبیر قرار دیا گیا۔

٧) حضرت کلیم سے طُور پر کلام کیا اور اُسے سب پر ظاہر فرمادیا۔

﴿اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ اور میں نے تجھے پسند کیا' اب کان لگا کر سُن جو تجھے وحی ہوتی ہے بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔

لیکن جب حبیب ﷺ کو 'شرف ہم کلامی' سے مشرف فرمایا تو آسمانوں کے اُوپر بلا کر فرمایا۔ اور وہاں جو کچھ بھی فرمایا اُس کو بھی ظاہر نہیں کیا اور صیغۂ راز ہی میں رکھا۔

﴿فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى﴾ اب وحی فرمائی اپنے بندے پر جو وحی فرمائی۔

۸)　حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد ہوا۔

﴿لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے خدا کی یاد سے۔

لیکن حبیب ﷺ کے بارے میں بقسم فرمایا گیا۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا وہ تو نہیں مگر وحی کہ القاء ہوتی ہے۔

(۱) سے (۸) تک کے یہ سارے امتیازات امام ابونعیم، قاضی عیاض، جلال الدین سیوطی اور شہاب الدین قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کی تالیفات سے ماخوذ ہیں۔ اس کے آگے جو امتیازات مزید آ رہے ہیں وہ سب امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے فکر رسانی کی دین وعطا ہیں۔

۹)　قرآن کریم نے حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام سے دُعا نقل فرمائی ہے۔

﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ الٰہی میری مدد فرما بدلہ اُس کا کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا۔

لیکن حبیب ﷺ سے خود ارشاد ہوا۔

﴿وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد۔

تو ایک طرف 'دعائے نصرت' ہے اور دوسری طرف مژدۂ نصرت۔

۱۰)　حضرت نوح اور حضرت خلیل علیہما السلام سے نقل فرمایا کہ انھوں نے اپنی اُمتوں کے لیے دُعائے مغفرت کی چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔

﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔

اور حضرت خلیل علیہ السلام نے عرض کیا۔

﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَاب﴾ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

لیکن حبیب ﷺ کو خود حکم دیا کہ اپنی اُمت کی مغفرت مانگو۔

﴿وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ﴾ اے محبوب ! اپنے دامنِ کرم سے وابستہ عام گناہ گاروں اور اپنے نیکو کار ماننے والوں اور ماننے والیوں کے لیے دُعائے مغفرت کرو۔

رب رحیم و کریم بغیر کسی دُعائے مغفرت کے بھی مغفرت فرما سکتا ہے لیکن اُس نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اے محبوب تم دُعائے مغفرت کرو پھر میں مغفرت فرماؤں تا کہ تمام مغفرت پانے والے اس بات کا یقین کرلیں کہ وہ سب اپنی مغفرت میں تیرے لبوں کی حرکت کے محتاج ہیں۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جو بغیر کسی حکم الٰہی کے خود ہی سے دُعائے مغفرت فرمانے والے ہیں وہ اجابت و قبولیت کے منتظر ہوں گے لیکن وہ جسے خود حکم الٰہی مل رہا ہے کہ وہ دُعائے مغفرت کرے تو یقیناً قبولیت و اجابت خود اُس کی دُعا کی منتظر ہوگی۔

حضرت خلیل علیہ السلام کے لیے آیا ہے کہ انھوں نے مستقبل کے آنے والوں میں اپنا ذکر جمیل باقی رہنے کی دُعا کی ۔

﴿وَاجۡعَلۡ لِیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ﴾ اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔

لیکن حبیب ﷺ کے لیے خود ارشاد فرمایا بغیر کسی طلب و دُعا کے۔

﴿وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا۔

بلکہ اُس سے بھی ارفع و اعلیٰ مژدہ ملا۔

﴿عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل/ ۷۹) یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔ (تعریف کے مقام میں)

قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں (جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے اور حضور کی حمد و ثنا کا شور ہر زبان سے جوشِ زن ہوگا)۔

۱۲) حضرت خلیل علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے قومِ لوط سے رفع عذاب میں بڑی جدوجہد کی اور عرض و معروض پیش کرنے میں بڑا مبالغہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿يُجَادِلُنَا فِىۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ﴾ قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر اُن کو حکم ہوا۔

﴿يَاۤ اِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا﴾ اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض پیش کی۔

﴿اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا﴾ اس بستی میں لوط جو ہے۔

جواب ملا۔

﴿نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا﴾ ہمیں خوب معلوم ہے جو وہاں ہے۔

لیکن اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد ہوتا ہے۔

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ (الانفال/۳۲) — اللہ اُن کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمتِ عالم تو اُن میں تشریف فرما ہے۔

۱۳) حضرت خلیل سے نقل فرمایا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ﴾ — الٰہی میری دُعا قبول فرما۔

لیکن حبیب ﷺ اور اُن کے طفیلیوں کو ارشاد ہوا۔

﴿قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ — تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا۔

دیکھا آپ نے حضرت خلیل علیہ السلام 'اجابت دُعا' کے منتظر ہیں اور 'اجابت الٰہی' دُعائے حبیب اور دُعائے وابستگان دامنِ حبیب کی منتظر ہے۔ المختصر۔ مقامِ خلیل اور ہے اور مقامِ حبیب اور۔

۱۴) حضرت کلیم کی معراج درختِ دُنیا پر ہوئی۔

﴿نُوْدِىَ مِنْ شَاطِىءِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِى الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ — ندا کی گئی میدان کے دھنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔

لیکن حبیب ﷺ کی معراج سدرۃ المنتہٰی اور فردوسِ اعلیٰ تک بیان فرمائی۔

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ — سدرۃ المنتہٰی کے پاس اُس کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔

نیز کلیم خود گئے لیکن حبیب کو بلایا گیا۔ معراج کلیم نے بتایا کہ حضرت کلیم طالب جلوہ تھے

اور معراج حبیب سے پتہ چلا کہ جلوہ' طالبِ حبیب تھا۔ وہاں 'دِکھادے' کا اصرار اور یہاں 'دیکھ جاؤ' کی بات۔

۱۵) حضرت کلیم نے وقت ارسال دل تنگی کی شکایت کی جس کو قرآن نے نقل کیا۔

﴿یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰارُوْنَ﴾ اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو ہارون کو بھی رسول کر۔

لیکن حبیب ﷺ کو خود شرحِ صدر کی دَولت بخشی جس کا یوں اظہار فرمایا۔

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

حبیب ﷺ کو شرح صدر کی یہ دَولت طلب و دُعا کے بغیر عطا فرمائی گئی۔ اس کے برعکس حضرت کلیم شرح صدر کی دعا فرمارہے ہیں۔

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ﴾ (طه/۲۵) اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔

۱۶) حضرت کلیم پر 'حجابِ نار' سے تجلی ہوئی۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ هَا نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (النمل/۸) پھر جب آگ کے پاس آیا' ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے پاس ہیں یعنی فرشتے۔

لیکن حبیب ﷺ پر جلوہَ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تعظیم کے لئے بالفاظ ابہام بیان فرمائی گئی۔

﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی﴾ (النجم/۱۶) جب چھا گیا سدرۃ پر جو کچھ چھایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معراج کی حدیث طویل میں ارشاد فرماتے ہیں

ثم انتھی الی السدرۃ فغشیھا نور الخلاق عزوجل فکلمہ تعالی عند ذلك سل.

پھر حضور اقدس ﷺ سدرۃ تک پہونچے خالق عزوجل کا نور اس پر چھایا اس وقت اللہ تعالی نے حضور ﷺ سے کلام کیا اور فرمایا مانگو۔

(اے ابن حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابو یعلی اور بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ابن جریر۔)

۱۷) حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو عمالقہ کے قتال کا حکم دیا اور انہوں نے نہ مانا تو حضرت کلیم نے اپنے بھائی کے سوا سب سے برأت اور قطع تعلق کا اظہار فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی کہ مولیٰ تعالیٰ ہم میں اور اِس گنہگار قوم میں جدائی فرما دے۔ حضرت کلیم کی اس عرض کو قرآن کریم نے یوں نقل کیا ہے۔

﴿رَبِّ اِنِّیْ لَاۤاَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾ (المائدہ/۲۵)

الٰہی میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا' تو جدائی فرما دے ہم میں اور اِس گنہگار قوم میں۔

لیکن اپنے حبیب ﷺ کی وجاہت ورحمت کے سائے میں کفار تک کو داخل فرمایا۔

﴿وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ﴾ (الانفال/۳۲)

اور اللہ اُن کافروں پر بھی عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے رحمتِ عالم تو اُن میں تشریف فرما ہے۔

نیز آپ کو وہ مقامِ شفاعتِ کبریٰ عطا فرمایا جو تمام اہل موقف کو شامل ہے خواہ وہ نیکوکار ہوں یا گنہگار۔ اچھے ہوں یا بُرے۔

﴿ عَسَىٰٓ اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۚ﴾ (بنی اسرائیل/۷۹) یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔ (تعریف کے مقام میں)

۱۸) حضرت ہارون اور حضرت کلیم علیہما السلام کے لئے فرمایا کہ انہوں نے فرعون کے پاس جاتے وقت بارگاہ الٰہی میں اپنا خوف عرض کیا:

﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَآ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى﴾ (طٰہٰ/۴۵) اے ہمارے رب! بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔

اس پر حکم ہوا۔

﴿لَا تَخَافَآ اِنَّنِىۡ مَعَكُمَآ اَسۡمَعُ وَاَرٰى﴾ (طٰہٰ/۴۶) ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

لیکن اپنے حبیب ﷺ کو اُن کی کسی طلب و آرزو کے بغیر خود مژدۂ نگہبانی دیا۔

﴿وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ/۶۷) اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

۱۹) حضرت مسیح کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ اُن سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا۔

﴿يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ (المائدہ/۱۱۶) اے مریم کے فرزند عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھہرا لو۔

معالم میں ہے کہ اس سوال پر خوف الٰہی سے حضرت رُوح اللہ کا بند بند کانپ اُٹھے گا اور ہر بن مُو سے خون کا فوارہ بہے گا پھر آپ جواب عرض کریں گے جس کی حق تعالیٰ تصدیق فرمائے گا۔

اس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے آیئے یہ پر کیف نظارہ بھی کرتے چلئے۔ غزوۂ تبوک میں جب اللہ کے حبیب ﷺ نے شرکت کا قصد فرمایا تو منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی۔ اس پر سوال تو حضور ﷺ سے بھی ہوا مگر یہاں جو شانِ لطف ومحبت اور اندازِ کرم وعنایت ہے قابل غور ہے ارشاد فرمایا۔

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ اللہ تجھے معاف فرمائے تو نے کیوں انہیں اجازت دے دی۔
(التوبہ/۴۳)

۲۰) حضرت مسیح سے نقل فرمایا کہ انہوں نے اپنی اُمتوں سے مدد طلب کی۔

﴿فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ پھر جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا۔ بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا، ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔
(ال عمران/۵۲)

اور ادھر جملہ انبیاء ومرسلین کو اپنے حبیب ﷺ پر ایمان اور اُن کی نصرت ومدد کا تاکید ی حکم دیا جا رہا ہے۔

﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ﴾ تو تم ضرور ہی اُس پر ایمان لانا اور بہت ضرور اُس کی مدد کرنا۔
(العمران/۸۳)

الغرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلیٰ انھیں ملا اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۱۰) قرآن عظیم میں جا بجا حضرات انبیاء سے کفار کی جاہلانہ سخت کلامی اور بیہودگی مذکور ہے اسی کے ساتھ ساتھ حضرات انبیاء اپنے حلمِ عظیم اور فضلِ کریم کے لائق جو جواب عطا فرماتے اس کا بھی ذکر ہے مثلاً۔

(ا) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا :

﴿اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ بے شک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔
(الاعراف/٦٠)

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا:

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الاعراف/٦١) اے میری قوم مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں، میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے۔

(ب) سیدنا ہود علیہ السلام سے قوم عاد نے کہا:

﴿اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ﴾ (الاعراف/٦٦) یقیناً ہم تمہیں حماقت میں خیال کرتے ہیں۔ اور ہمارے گمان میں تم بیشک جھوٹے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا:

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ اے میری قوم مجھ میں بالکل سفاہت نہیں، میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا۔
(الاعراف/٦٧)

(ج) حضرت شعیب علیہ السلام سے قومِ مدین نے کہا:

﴿اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ﴾
(ہود/۹۱)

ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے اور تم ہماری نگاہ میں کچھ عزت والے نہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا۔

﴿يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾
(ہود/۹۲)

اے میری قوم کیا میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اُسے تم بالکل بھلائے بیٹھے ہوئے۔

(د) سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے کہا:

﴿ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾
(بنی اسرائیل/۱۰۱)

میرے گمان میں تو اے موسیٰ تم پر جادو ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾
(بنی اسرائیل/۱۰۲)

تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اُتارا مگر آسمان وزمین کے مالک نے دِلوں کی آنکھیں کھولنے کو اور میرے یقین میں تو اے فرعون تو ہلاک ہونے والا ہے۔

یہ تو رہا انبیاء سابقین کا انداز کہ اپنے گستاخیوں کا جواب خود ہی عطا فرما دیتے لیکن سید المرسلین افضل المحبوبین ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ آپ کی خدمت والا عظمت میں کفار نے جتنی زبان درازی کی ہے اُن سب کا جواب دینا مالک السموات والارض نے خود اپنے ذمہ کرم میں رکھا ہے اور اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے خود مدافعہ فرمایا۔ طرح طرح سے حضور ﷺ کی تنزیہ وتبریت ارشاد فرمائی جابجا 'رفع الزام اعداء' پر قسم یاد فرمائی۔ یہاں تک کہ اس غنی مغنی نے اپنے حبیب ﷺ کو ہر جواب وخطاب سے غنی کردیا، اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جواب دینا حضور ﷺ کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لئے بہتر ہوا اور یہ وہ مرتبۂ عظمٰی ہے جو حدِّ اِدراک سے باہر ہے۔ کفار کی بدزبانیوں اور اُن کے اعتراضات نیز اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے باری تعالیٰ کے جوابات کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) کفار نے کہا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾ (حجر/۶)

اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے تم یقیناً مجنون ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ (قلم/۳-۱)

قسم قلم اور نوشہائے ملک کی۔ تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں، اور بیشک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے کہ تو اِن دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم وکرم سے پیش آتا ہے مجنون تو چلتی ہوا سے اُلجھا کرتے ہیں۔ تیرا سا علم وصبر کوئی تمام عالم کے عقلاء میں تو بتادے۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾ (قلم/۴) اور بے شک تو بڑے عظمت والے اَدب وتہذیب پر ہے۔

یعنی ایک حلم وصبر ہی کیا' تیری جو خصلت ہے اس درجہ عظیم وَبا شوکت ہے کہ اخلاقِ عاقلان جہاں مجتمع ہوکر اس کے ایک شمہ کو نہیں پہونچتے۔ پھر اس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ اُن کا اندھا پن بھی چندروز کا ہے۔

﴿فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ ۙ بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ﴾ (قلم/۵) عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خردی وبے وقوفی اور دیوانگی وکور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں' آنکھیں کھلنے کا وقت قریب آتا ہے اور دوست ودشمن سبھی پر کھلنے والا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اُترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی تو کافر کہنے لگے۔

ان محمدا اودعه ربه وقلا. بیشک محمد ﷺ کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن بنایا۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی﴾ (الضحیٰ) قسم ہے دن چڑھنے کی اور قسم ہے رات کی جب اندھیری ڈالے۔ یا قسم اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر کر آئے۔ نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا [اور نہ وہ آپ سے بیزار (ناراض) ہوا]

اور یہ اشقیاء بھی دِل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی کیسی تجھ پر مہر ہے اس مہر ہی کو دیکھ کر جلے جاتے ہیں اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دِل کے پھھولے پھوڑتے ہیں۔مگر یہ خبر نہیں کہ

﴿ وَلَلْاٰخِــرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ (الضحیٰ) بے شک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے (اور بیشک ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (آخرت دُنیا سے بدرجہا) بہتر ہے)

وہاں جو نعمتیں تجھے ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی بشر یا ملک کے خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے کہ

﴿وَلَسَــوْفَ يُعْطِيْـكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (الضحیٰ) قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اُس دن دوست ودشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔خیر اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم جلیل نعمتیں اور کثیر جزیل رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں، کیا تیرے پہلے احوال انہوں نے نہ دیکھے اور اُن سے یقین حاصل نہ کیا؟ کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے۔

﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ° وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ° وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾ (الضحیٰ) کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔ (کنز الایمان۔ترجمہ اعلیٰ حضرت)

(☆) کیا نہیں پایا تمہیں دریتیم تو خود ٹھکانا دیا اور پایا تمہیں متوالا تو اپنی راہ دیدی اور پایا تمہیں عیال والا پھر غنی کر دیا۔ (معارف القرآن۔ ترجمہ محدث اعظم)

(☆) کیا نہیں پایا تمہیں تو تمہارے ذریعہ یتیم کو ٹھکانا دیا اور پایا تمہیں تو (تمہارے ذریعہ) گمراہ کو ہدایت دی اور پایا تمہیں تو (تمہارے ذریعہ) محتاج کو غنی کر دیا۔

(تاویل شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

(کیا اُس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا (آغوشِ رحمت میں جگہ دی)' اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خودرفتہ' متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہونچنے کی راہ پر گامزن کیا' منزلِ مقصود تک پہنچا دیا)' اور آپ کو حاجت مند (اہل وعیال والا) پایا تو غنی فرما دیا)

(۳) کفار نے کہا:

﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ (رعد/۴۳) (اے محمد ﷺ) تم رسول نہیں ہو۔

حق تعالٰی نے فرمایا:

﴿یٰسٓ ۚ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۚ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۚ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ﴾ (یٰس) اے سردار مجھے قسم حکمت والے قرآن کی تو بیشک مرسل ہے۔ (یٰسٓ۔ قسم ہے حکمت والے قرآن کی' بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو)

(۴) کفار نے حضور ﷺ کو شاعری کا عیب لگایا۔

﴿أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ﴾ (الصفت/۳۶) کیا ہم چھوڑ دینے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے واسطے۔

حق تعالٰی نے فرمایا:

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِي لَهٗ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾ (یٰسن/۶۹) نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ اُن کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

(۵) کافروں نے کہا طعن و تشنیع کے طور پر۔

﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان/۷)

کیا ہے اس پیغمبر کو، کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان/۲۱)

اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر مگر تحقیق وہ البتہ کھاتے تھے اور چلتے تھے بازاروں میں۔

(۶) کافروں نے کہا:

﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ (فرقان/۸)

نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک سحر زدہ مرد کی۔ (تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہوئے جس پر جادو ہوا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ (فرقان/۹)

دیکھ کیسی بیان کیں انہوں نے تیرے واسطے مثالیں۔ پس وہ گمراہ ہوگئے پس نہیں پاسکتے کوئی راہ (اے محبوب ذرا دیکھو کہ کیسی باتیں یہ تمہارے متعلق کہہ رہے ہیں یہ ایسے گمراہ ہوگئے کہ اب ہدایت کی کوئی راہ ان پر نہیں کھل سکتی۔)

(۷) منافقین حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے اور اگر اُن میں کوئی یہ کہتا کہ ایسا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اطلاع اُن کو ہوجائے تو دوسرے جواب دیتے کیا ہوا اگر اس کی خبر اُن تک پہنچ گئی اسلئے کہ جب وہ ہم سے پوچھیں گے تو ہم مکر جائیں گے۔

اور قسمیں کھالیں گے پھر انہیں یقین آ جائے گا۔ کیونکہ

﴿هُوَ اُذُنٌ﴾ (التوبہ/۶۱) وہ تو کان ہیں جیسی ہم سے سنیں گے مان لیں گے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُذُنُ خَيۡرٍ لَّكُمۡ﴾ (التوبہ/۶۱) وہ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں۔

کہ جھوٹے عذر بھی قبول کر لیتے ہیں اور بکمالِ حلم وَ کرم چشم پوشی فرماتے ہیں، ورنہ کیا انہیں تمہارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آ گاہی نہیں ! (یقیناً ہے)

﴿يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ﴾ (التوبہ/۶۱) وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔

جو تمہارے اسرار سے انھیں مطلع کرتا ہے پھر تمھاری جھوٹی قسموں کا انہیں کیونکر یقین آئے ۔ ہاں

﴿وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (التوبہ/۶۱) ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں۔

کیونکہ انھیں اُن کے دِل کی سچی حالتوں پر خبر ہے اسی لئے۔

﴿وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ﴾ (التوبہ/۶۱) مہربان ہیں اُن پر جو تم میں ایمان لائے۔

کہ اُن کے طفیل سے ہمشگی کے گھر میں انہیں بڑے بڑے رتبے ملتے ہیں اور اگرچہ یہ بھی اُن کی رحمت ہے کہ دُنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو کیونکہ تمہاری گستاخیوں سے انہیں ایذا پہونچی ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾ (التوبہ/۶۱) اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیں (دُکھ پہنچاتے ہیں) اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے (دردناک عذاب ہے)

(۸) کفار مکہ نے قرآن کی بابت کہا :

﴿ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (انفال/۳۱)

اگر ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے ۔ یہ تو صرف اگلوں کے قصے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَايَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل/۸۸)

اے محبوب تم فرمادو کہ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کے مثل کچھ بنا کر لے آئیں تو اس کا مثل وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے اگرچہ سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہوجائیں ۔

(۹) کفار مکہ نے کہا :

﴿اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل)

کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۵)

اے محبوب تم فرمادو کہ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان پر رسول بھی فرشتہ اُتارتے ۔

(۱۰) رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے کہا :

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنٰفقون/۸)

اگر ہم واپس ہوئے میدان سے مدینہ کی طرف تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اس سے نہایت ذلیل کو۔ (منافق عبداللہ ابن اُبی نے منافقین کو عزت والا کہا اور مومنین کو ذلت والا)۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ عزت تو ساری خدا ورسول اور مومنین ہی کے لئے ہے لیکن منافقوں کو خبر نہیں۔

(المنٰفقون/۸)

(۱۱) عاص بن وائل نے جب صاحبزادہ سید المرسلین کے انتقال پر حضور ﷺ کو اَبْتَر یعنی نسل بریدہ (منقطع النسل) کہا تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الکوثر) بیشک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔

کیونکہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعتِ ذکر سے کیا نسبت۔ کروڑوں صاحبِ اولاد گذرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔اور تمہاری ثناء کا ڈنکا قیامِ قیامت تک اکناف عالم واطرافِ جہاں میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطباقِ فلک اور آفاقِ زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقاء سے بقائے عالم مربوط رہے گی۔اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں اور تم سا مہربان باپ اُن کے لئے کوئی نہیں۔ بلکہ حقیقتِ کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور تمہارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے تو یوں کہتے:

يا ابنى صورة وابای معنی.(مدخل للعالامة ابن الحاج) اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔

پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اُس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اُس کی یہ عنایت بے نہایت تم پر مبذول ہو تو تم اُن اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول خاطر ہو بلکہ

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ﴾ (الکوثر)

اپنے رب کے شکرانے میں اُس کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ یقیناً جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ (بے اولاد) ہے۔

کیونکہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی حضرات عمرو وَ ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہی اُس کے دشمن ہوجائیں گے، اور تمہارے دینِ حق میں آ کر بوجہ اختلافِ دین اُس کی نسل سے جدا ہوکر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی اگر بےنسل ہے تو اس سے یہی تو ہوگا کہ اُس کا نام نہ چلے گا مگر اُس سے ہزار درجہ بدتر یہ ہے کہ 'نامِ بد' باقی رہے۔ تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بُرائی ونفرت کے ساتھ لیا جائے گا۔ اور روزِ قیامت اُن گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔

(۱۲) جب حضور اقدس ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ ونصیحت فرمائی اور اسلام واطاعت کی طرف دعوت دی تو ابولہب نے کہا:

تبا لك سائر اليوم الهذاجمعتنا. ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمہارے لئے ہمیشہ کو۔ کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ﴾ (اللھب)

تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اُسے کچھ کام نہ آیا اُس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اُس کی بیوی۔ لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتی اُس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

الختصراس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صدہا نکلیں گی اسی طرح حضرت یوسف اور حضرت مریم اور ادھر ام المومنین حضرت عائشہ کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل ہیں۔

امام احمد رضا کے والد بزرگوار اپنی ایک گرانقدر تالیف میں فرماتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کو دودھ پیتے بچے اور حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اُٹھا خود اُن کی پاکدامنی کی گواہی دی اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں اگر چاہتا تو ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دِلواتا مگر یہ منظور ہوا کہ محبوبہٗ محبوب کی طہارت وپاکی پرخود گواہی دیں اور عزت وامتیاز اُن کا بڑھائیں۔

(سرورالقلوب فی ذکرالمحبوب)

محلِ غور ہے کہ جب اراکینِ دولت اور مقربانِ حضرت سے باغیان سرکش گستاخی اور بے ادبی سے پیش آئیں اور بادشاہ اُن کے جوابوں کو انہی پر چھوڑ دے مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اُس کی جناب میں کریں حضرت سلطان اُس مقرب ذیشان کو کچھ کہنے نہ دے بلکہ بنفسِ نفیس اُس کی طرف سے جواب ارشاد فرماتا رہا ہے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملے کو دیکھکر قطعی یقین نہ کریگا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز اس مقربِ جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں اور جو خاص نظر اُس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اُس میں نہیں۔ سچ ہے ؎

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں　　　خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

وَصَلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن